مولانا اللہ یار مرحوم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل

خود شیعہ تھے

شیعوں کی معتبر کتب سے سنسنی خیز انکشافات

امام مظلوم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وطن سے دور جس بے نوائی کی حالت میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور جس عظیم قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کنبہ کو شہید کرایا اس کی مثال تاریخ انسانی میں ڈھونڈے نہیں ملے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے اس عظیم فرزند پر یہ مصائب کس جانب سے آئے، کون سے ہاتھ ان کے لیے آگے بڑھے اور کیوں؟

اس واقعہ کے عینی شاہد یا تو قاتل ہیں یا مقتولین کے گروہ میں سے جو بچ گئے۔ اس لیے سادہ طریق تحقیق تو یہ ہے کہ بچے کھچے مظلومین سے پوچھا جائے کہ تمہارا قاتل کون ہے اور قاتل گروہ سے پوچھا جائے کہ تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے۔ اگر مدعی کے بیان کے بعد ملزم اپنے جرم کا اقرار کرلے تو کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اقرار جرم کے بعد ملزم ملزم نہیں رہتا بلکہ مجرم قرار پاتا ہے۔

موضوع: قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کون تھے؟ شیعہ یا غیر شیعہ۔

جواب کے لیے مقدمات:

۱۔ مدعی کون ہے؟

۲۔ مدعا علیہ کون ہے یعنی مدعی کا دعویٰ کس کے خلاف ہے؟

۳۔ گواہ کون ہیں؟

۴۔ کیا وہ عینی شاہد ہیں یا ان کی شہادت سماعی ہے؟

۵۔ اگر یہ شہادت مدعی کے بیان کے موافق ہے تو دعویٰ ثابت اگر خلاف ہے تو مردود
ان امور کی روشنی میں واقعہ کا جائزہ لینا چاہیے

مقدمہ اول: مدعی امام حسینؓ، آپؓ کے اہل بیت اور آپؓ کے ہمراہی ہیں۔ ان پر ظلم ہوا۔ یہ خیال رہے کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے یعنی گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہوتا ہے اور مفترض الطاعۃ ہے

مقدمہ دوم:۔ مدعا علیہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے امام کو بلایا اور ظلم سے قتل کیا۔

مقدمہ سوم:۔ قاعدہ کی رو سے گواہ، مدعی اور مدعا علیہ سے جدا کوئی اور ہونا چاہیے۔

مقدمہ چہارم:۔ کوئی عینی شاہد نہیں جو چشم دید واقعہ بیان کر سکے۔ کیونکہ کربلا چٹیل میدان تھا۔ اس کے گرد کوئی آبادی نہ تھی، اس لیے جو گواہ پیش ہوگا اس کی شہادت سماعی ہوگی۔

مقدمہ پنجم:۔ چونکہ شہادت سماعی ہے اس لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ گواہ نے یہ واقعہ قاتلین کی زبانی سنا یا مقتولین کی زبان سے، جو صورت بھی ہو یہ دیکھنا ہوگا کہ شہادت مدعی کے دعویٰ کے مطابق ہے تو قبول ورنہ مردود۔ اگر شہادت مدعی کے بیان کے خلاف ہے تو لازم آئے گا کہ گواہ نے مدعی کو جھوٹا قرار دیا اور امام معصوم کو جھوٹا قرار دینے والے کی شہادت کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی روایت یا خبر خواہ کسی راوی کی اور خواہ کسی کتاب سے لی گئی ہو لازماً مردود ہوگی۔

اس تحقیق کے بعد جو مجرم ثابت ہو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے مجرم سمجھے ورنہ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔ من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا۔ پ ۵ آیت ۱۱۲

دعویٰ کی تفصیل:۔ ا۔ بیانات مدعیان

ا۔ بیان مدعی ملا ۔ حضرت امام حسینؓ نے میدانِ کربلا میں دشمن کی فوج کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

ویلکم یا اھل الکوفۃ انسیتم کتبکم وعھودکم التی اعطیتموھا وا شھدتم اللہ علیھا ویلکم ادعوتم ذریۃ اھل بیت	اے اہلِ کوفہ! حیف ہے تم پر۔ کیا تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جو تم نے خدا تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر لکھے تھے کہ اہل بیت آئیں ہم ان کے لیے

نبيكم وزعمتم انكم تقتلون انفسكم دونهم حتى اذا اتوكم سلمتموهم الى ابن زياد منعتموهم عن ماء الفرات بئس ما خلفتم نبيكم في ذريته مالكم لاسقاكم الله يوم القيامة

اپنی جانیں قربان کر دیں گے جیف ہے تم پر تمہارے بلاوے پر ہم آئے اور تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور ہمارے لیے فرات کا پانی بند کر دیا۔ واقعی تم لوگ رسول کے بُرے خلاف ہو کر حضورؐ کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ ص ۲۳۵)

امام کے بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں :-

۱۔ اہلِ کوفہ نے امام کو خطوط لکھ کر کوفہ بُلایا اور عہد دیا کہ امام کی مدد کے لیے مرنے مارنے پر تیار رہوں گے۔

۲۔ جنہوں نے خطوط لکھ کر کوفہ بُلایا انہوں نے امام پر پانی بند کیا اور امام کو قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ بُلانے والے شیعہ تھے یا کوئی اور گروہ تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین ص ۲۵ مجلس اول میں تصریح کر دی۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج دلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی است۔

اہلِ کوفہ کے شیعہ ہونے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ کوفیوں کا سنی ہونا خلاف اصل ہے جو محتاجِ دلیل ہے اگرچہ ابو حنیفہ کوفی تھے۔

شیعہ عالم شوستری کی شہادت کے مطابق اہل کوفہ کا شیعہ ہونا اظہر من الشمس ہے پھر بھی مزید دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) جب مقام زبالہ پر امام حسین کو امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو امام نے فرمایا قد خذلنا شیعتنا یعنی ہمارے شیعہ نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ (خلاصۃ المصائب ص ۴۹)

ب جلاء العیون اُردو۔ امام نے معرکہ کربلا میں شیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا :- "تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو۔ اے بے وفایان جفا کار! تم نے ہنگامۂ اضطراب واضطرار میں ہمیں اپنی مدد کے لیے بُلایا جب میں نے تمہارا کہنا مانا اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی

اپنے دشمنوں کی تم نے یاوری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست بردار ہوئے۔"

ان بیانات سے ثابت ہوگیا کہ امام کو شیعوں نے بلایا۔ انہوں نے پانی بند کیا اور انہوں نے ہی قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

جلاء العیون میں امام کے بیان کے دوران "شمشیر کینہ" کا لفظ قابل توجہ ہے یعنی کوفی شیعہ کے دلوں میں کوئی پرانا بغض تھا اس لیے انتقام لینے کی غرض سے یہ ناٹک کھیلا۔ تاریخی اعتبار سے اس دیرینہ عداوت کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام کے شیدائیوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے اہل کوفہ سے اپنا آبائی مذہب چھڑا کر اسلام کی دولت عطا کی اور صدیوں کی پرانی سلطنت عرب مسلمانوں کے زیر نگیں آگئی۔ آخر قومی اور مذہبی تعصب بروئے کار آکے رہا۔

نتیجہ:۔ مدعی ۱ کے بیان کے مطابق امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ تھے کوئی اور نہیں تھا۔

بیان مدعی ۲ امام زین العابدین

یا ایها الناس ناشدتکم بالله هل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموه واعطیتموه من انفسکم العهد والمیثاق والبیعة وقاتلتموه وخذلتموه فتبا لکم ما قدمتم لانفسکم وسوءة لرأیکم بایة عین تنظرون الی رسول الله اذ تقول لکم قتلتم عترتی وانتهکتم حرمتی فلستم من امتی قال فارتفعت الاصوات الناس بالبکاء ویدعوا بعضهم بعضا هلکتم وما تعلمون

احتجاج طبرسی طبع ایران ص ۱۵۹

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں کہ تم نے میرے والد کو خطوط لکھے اور انہیں دھوکا دیا۔ تم نے پختہ وعدہ اور بیعت کا عہد دیا اور تم نے انہیں قتل کیا ذلیل کیا۔ خرابی ہو تمہارے لیے جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے اور خرابی ہو تمہاری بری رائے کی تم کس آنکھ سے رسول کریم کو دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا میری بے حرمتی کی۔ تم میری امت سے نہیں ہو۔ پس رونے کی آواز بلند ہوئی اور ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے کہ تم ہلاک ہو گئے جس کا تمہیں علم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ بلانے والوں سے مخاطب ہیں اور وہی قاتل ہیں۔ رد عمل میں ان کا اعتراف بھی موجود ہے۔

بیان دیگر:۔

لما اتی علی بن الحسین زین العابدین بالنسوة

جب زین العابدین مرض کی حالت میں عورتوں

من كربلاء وكان مريضا واذا نساء اهل الكوفة ينتدبن مشققات الجيوب والرجال معهن يبكون فقال زين العابدين بصوت ضئيل وقد نهكته العلة ان هؤلاء يبكون ومن قتلنا غيرهم۔

کے ساتھ کربلا سے آرہے تھے تو اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کیے بین کرنے لگیں اور مرد بھی رو رہے تھے پس زین العابدین نے پست آواز میں فرمایا کیونکہ بیماری کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے کوفہ والے روتے ہیں مگر یہ تو بتاؤ

احتجاج طبرسی ص۱۵۶ ہمیں قتل کس نے کیا؟

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون ص۵۰۲ پر امام کا بیان انہی الفاظ میں نقل کیا ہے

"امام زین العابدین نے بآواز ضعیف فرمایا کہ تم ہم پر گریہ اور نوحہ کرتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟"

امام کے اس سوال اور اس لہجے کے اندر اس کا جواب پوشیدہ ہے۔

مدعی نمبر۲ کے بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ:۔

(۱) اہل کوفہ نے خط لکھے (۲) اہل کوفہ نے امام کو دھوکا دیا (۳) اہل کوفہ نے امام کو قتل کیا (۴) اہل کوفہ شیعہ تھے (۵) قاتلین حسینؓ کوفی شیعہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں (۶) قاتلین حسینؓ روئے اور ان کی عورتوں نے گریبان چاک کیے اور بین کیے بلکہ مستقل سُنت قائم کر گئے۔

یہ خیال رہے کہ دونوں مدعی معصوم ہیں اس لیے اپنے دعوی میں صادق ہیں۔

بیان مدعی نمبر۳ زینب بنت علیؓ، ہمشیرہ امام حسین

جب اسیران کربلا کربلا سے آئے کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا تو حضرت زینب نے فرمایا

ثم قالت بعد حمد الله والصلوة على رسوله اما بعد يا اهل الكوفة يا اهل الختل والغدر والخذل الى ان قالت الا بئس ما قدمت لكم انفسكم ان سخط الله عليكم وفي العذاب انتم خالدون تبكون اي اجل والله فابكوا فانكم احرى بالبكاء فابكوا كثيرا واضحكوا قليلا ...... ماذا تقولون ان قال النبي لكم

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ! اے ظالمو! اے غدارو! اے ... نے والو.... بہت بُرا ہے جو تم نے اپنے ... آگے بھیجا ہے یہ کہ اللہ تم پر ناراض ہوا اور تم ہمیشہ عذاب میں رہو۔ تم روتے ہو! ہاں روتے رہو کہ تمہیں رونا ہی زیب دیتا ہے۔ خوب روؤ اور کم ہنسو۔ کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے جب آپ پوچھیں گے تم آخری اُمت ہو تم نے

ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
باهل بیتی واولادی بعد مفتقدی منهم
اساری ومنهم ضرجوا بدم

میرے بعد میرے اہلِ بیت اور میری اولاد سے کیا سلوک کیا ان میں سے بعض کو قیدی بنایا! بعض کو خاک و خون میں لوٹایا۔

اس خطبہ کا ترجمہ باقر مجلسی نے جلاء العیون ص۵۰۲ پر یہ دیا ہے۔

"اما بعد اے اہلِ کوفہ! اے اہلِ غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر گریہ اور نالہ کرتے ہو درخود تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا... تم نے اپنے لیے آخرت میں توشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ تم خود ہی نے ہم کو قتل کیا ہے... تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اے اہلِ کوفہ! تم پر وائے ہو تم نے جگر گوشۂ رسولؐ کو قتل کیا اور پردہ دار اہلِ بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندانِ رسولؐ کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔"

نتیجہ: ۱۔ اہلِ کوفہ نے مکر و حیلہ سے امام کو بلایا۔
۲۔ امام سے غداری کی اور اہلِ بیت کو قتل کیا۔
۳۔ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد رونا پیٹنا شروع کر دیا۔
۴۔ ان کو ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی گئی۔
۵۔ قاتل وہی تھے جو بلانے والے تھے۔ شیعہ تھے تو اس جرم کے مرتکب اور ابدی جہنم کے مستحق وہی شیعہ ٹھہرے۔

بیان مدعی ۲: حضرت فاطمہ دختر امام حسین
احتجاج طبرسی ص۱۵۷

اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل المکر والغدر
والخیلاء... فکذبتمونا وکفرتمونا
ورأیتم قتالنا حلالا واموالنا نهبا کانا
اولاد الترک او کابل کما قتلتم جدنا
بالامس وسیوفکم یقطر من دمائنا
اهل البیت لحقد متقدم قرت بذلک
عیونکم وفرحت قلوبکم اجتراء

اما بعد اے اہلِ کوفہ! اے اہلِ مکر و فریب... تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں کافر سمجھا۔ ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت جانا جیسا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے۔ جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد (علی) کو قتل کیا تھا۔ تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے بسابقہ کینہ کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں

منکم ملی اللہ ومکرتم واللہ خیر الماکرین۔
دل خوش ہوئے تم نے خدا کے مقابلے میں جرأت کی اور مکر کیا اور اللہ اس مکر کی خوب سزا دینے والا ہے۔

دختر امام مظلوم کے بیان کا نتیجہ:۔

1 کوفے کے شیعوں نے اہل بیت کو کافر سمجھا اور ان کا خون حلال سمجھا۔

۲۔ شیعوں کو اہل بیت سے کوئی پرانی دشمنی تھی۔

۳۔ حضرت علیؓ کے قاتل شیعہ ہیں۔

۴۔ اہل بیت کو قتل کر کے یہ لوگ خوش ہوئے۔
وہ رونا پیٹنا محض ایکٹنگ تھی۔

بیان مدعی ۵ ام کلثوم ہمشیرہ امام حسین

جب کوفی عورتوں نے اہل بیت کے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دینا شروع کیں تو مائی صاحبہ نے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ یہ سن کر کوفی عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ اس پر مائی صاحبہ نے فرمایا

"اے اہل کوفہ ہم پر تصدق حرام ہے .... اے زنان کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو۔"
(جلاء العیون ص ۵۰۷)

نتیجہ ظاہر ہے
ان پانچ مدعیان کے بیانوں میں قدر مشترک یہ ہے

۱۔ اہل کوفہ نے امام حسین کو دعوت دی۔ خطوط لکھے۔

۲۔ دعوت دینے والے شیعہ تھے۔

۳۔ ان بلانے والے شیعہ نے امام کو قتل کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔ ان کا مال لوٹا۔

۴۔ قاتلین حسینؓ کی عورتوں نے گریبان چاک کیئے بین کیے۔

۵۔ قاتلین حسینؓ شیعہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

ایک اور ہستی کا بیان ملاحظہ ہو جسے مدعی بھی کر سکتے ہیں اور گواہ بھی وہ ہیں امام باقر انہوں نے یہ واقعات لازماً اپنے والد امام زین العابدین سے سنے ہوں گے اور وہ خود بھی بقول شیعہ امام معصوم ہیں۔
جلاء العیون ص ۳۲۶

"جب امیرالمؤمنین سے بیعت کی پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر کھینچی اور امیرالمومنین ہمیشہ ان سے بمقام مجادلہ اور محاربہ تھے اور ان سے آزار و مشقت پاتے رہتے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا؛ اور ان کے فرزند امام حسنؓ سے بیعت کی اور بعد بیعت کرنے کے ان سے عذر اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دشمن کو دے دیں۔ اہل عراق سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو پر لگایا اور خیمہ اُن کا لُوٹ لیا یہاں تک کہ ان کی کنیز کے پاؤں سے خلخال اتار لیے اور ان کو مضطرب اور پریشان کیا حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کرلی اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی اور ان کے اہل بیت کم تھے۔ بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر چلائی اور ہنوز بیعت امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔"

اس بیان سے بات بالکل واضح ہوگئی۔

سابقہ کینہ کے شواہد:۔

فاطمہ دختر امام حسین کے بیان میں سابقہ کینہ کے الفاظ ہیں ان کی تاریخی تعبیر یہ ہے۔

۱۔ جلاء العیون صفہ ۲۳ پر بیان ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور بیعت کرکے جناب امیر کو شہید کیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ خارجی تھا مگر تاریخ سے اس بات کا نشان تک نہیں ملتا کہ خارجیوں نے کبھی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ وہ تو کھلم کھلا مخالف تھے اور تقیہ بھی نہیں کرتے تھے۔ جب ابن ملجم نے جناب امیر کی بیعت کی تو شیعان علی میں شامل ہوگیا۔ یعنی حضرت علی کا قاتل بھی شیعہ تھا۔

۲۔ احتجاج طبرسی طبع ایران صفہ ۱۵۰ امام حسن کا بیان

نقصان ادری واللہ معاویۃ خیرلی من ھؤلاء انھم یزعمون لی شیعۃ وابتغوا قتلی وانتھبوا ثقلی واخذوا مالی	خدا کی قسم میں معاویہ کو ان اپنے شیعوں سے اچھا سمجھتا ہوں۔ وہ میرے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا اور میرا مال لُوٹ لیا۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے شیعوں نے حضرت علی کو قتل کیا، امام حسن کو قتل کرنا چاہا اور ان کا مال لُوٹا اور امام حسین کو قتل کرکے دم لیا۔ غالباً اسی بنا پر حضرت علی نے اپنے دس شیعہ دے کر امیر معاویہ سے ایک آدمی لے لینے کی آرزو کی تھی۔

نہج البلاغہ جلد اول صفہ ۱۸۹ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

فاخذ منی عشرة واعطانی رجلا منھم گویا امیر معاویہؓ کے ساتھی ایمان اور وفاداری میں اتنے قابلِ اعتماد تھے کہ حضرت علیؓ اُن کا ایک آدمی لے کر اس کے بدلے دس شیعہ دینے کو تیار تھے۔ قرآن مجید میں ایک اور دس کی نسبت ... کرتے۔

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین ۔ اے مسلمانو اگر تم میں صابر آدمی کفار کے ۲۰۰ پر غالب آ سکتے ہیں۔

ممکن ہے حضرت علیؓ نے بھی تقابل میں اسی کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو امیر معاویہؓ پر اعتماد تھا اور انہوں نے ان دونوں کی حفاظت بھی کی۔ دونوں حضرات نے امیر معاویہؓ کی بیعت بھی کر لی اور ان سے وظیفہ بھی لیتے رہے۔ اس کے برعکس شیعہ نے ایک بھائی کو قتل کرنا چاہا اور دوسرے کو قتل کر دیا۔

اب مدعا علیہ کے جواب دعویٰ کو دیکھنا ہے۔ اگر اس میں اقرارِ جرم موجود ہے تو شہادت کی ضرورت نہیں۔ اگر انکار کرے تو گواہ ضروری ہیں۔

بیان مدعا علیہ :۔

مجالس المومنین میں قاضی نور اللہ شوستری بیان فرماتے ہیں

اکنون از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ می خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت زدیم شاید خداوند عزوجل و علا توبہ ما را قبول کردہ برما رحمت کند و ہر کس ازاں جماعت کہ بکربلا رفتہ بودند عذرے می گفتند۔ سلیمان بن صرد گفت ہیچ چارہ نمیدانیم جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم چنانچہ بسیارے بنی اسرائیل تیغ در یکدیگر نہادند قال تعالےٰ انکم ظلمتم انفسکم الآیہ و مجموعہ شیعہ زانوئے استغفار در آمدہ

ص ۱۴۱

اب ہم اپنی بداعمالیوں پر نادم ہیں چاہتے ہیں توبہ کریں شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر ہماری توبہ قبول کرے اور اس جماعت سے جتنے لوگ (ابن زیاد کی فوج میں امام کو قتل کرنے کربلا میں گئے تھے سب عذر کرنے لگے۔ سلیمان بن صرد نے کہا اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو تیغ بدست میدان میں لائیں جیسے بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا الخ یہ کہہ کر تمام شیعہ استغفار کے لیے زانو کے بل گر پڑے۔

نوٹ :۔ یہ سلیمان بن صرد وہی شخص ہے جس کے مکان میں جمع ہو کر شیعہ نے امام کو کوفہ آنے کا دعوت نامہ تیار کیا تھا۔

مدعا علیہ نے اقرارِ جرم کر لیا اور توبہ بھی کر لی مگر فائدہ ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ   ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مدعا علیہ نے اقرارِ جرم کر لیا اور ثابت ہو گیا کہ امام حسینؓ کے قاتل کوفی شیعہ ہیں جنہوں نے امام کو گھر بلا کر بے دردی سے قتل کیا۔ مگر احتیاطاً مزید چھان بین کر لینی چاہیے۔ ممکن ہے کسی اور کا ہاتھ بھی ہو۔ خلاصۃ المصائب ص۲۰۱

لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفہ	امام حسینؓ کے قاتلوں میں کوئی ایک بھی شامی یا حجازی نہیں تھا بلکہ سب کے سب کوفی تھے

ظاہر ہے وہ اہل کوفہ وہی تو تھے جو شیعہ تھے اور امام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ مگر حیرت ہے کہ اماموں کو قتل کرنے والوں کے متعلق شیعہ کے ہاں ایک عجیب فتویٰ ہے۔

جلاء العیون ص۴۱۳

''احادیث کثیرہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ پیغمبروں اور ان کے اوصیاء کو اور ان کی ذریت کو قتل نہیں کرتا مگر ولد الزنا۔ اور ان کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا مگر فرزند زنا۔ لعنۃ اللہ علیہ اجمعین الی یوم الدین۔''

مدعیان نے ان کوفی شیعوں کو جہنم کی بشارت تو دے دی تھی اب ائمہ اطہار کے اس فتویٰ سے ان کی دنیوی حیثیت بھی متعین ہو گئی۔ ممکن ہے کوفہ کے شیعوں کو یہ فتویٰ نہ پہنچا ہو مگر علم نہ ہونے سے حکم تو نہیں بدل جاتا۔ آخر یہ ائمہ اطہار کا فتویٰ ہے کسی عام آدمی کا نہیں۔

ایک امر غور طلب باقی رہ گیا ہے کہ چلو امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ ثابت ہو گئے مگر یزید کا حصہ اس میں ضرور ہو گا کیونکہ وہ حاکم وقت تھا۔ مدعا علیہم سے ہی اس کے متعلق پوچھتے ہیں۔ شاید وہ اسے بھی اپنے ساتھ شامل کریں۔

۱۔ احتجاج طبرسی ص۱۶۲ امام زین العابدین نے یزید سے سوال کیا۔ میں نے سنا ہے تو میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یزید نے جواب دیا۔

قال یزید لعن اللہ ابن مرجانہ فواللہ ما امرتہ بقتل ابیک ولو کنت متولیا لقتالہ ما قتلتہ	یزید نے کہا اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بخدا میں نے اسے تیرے والدؑ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اگر میں خود معرکہ کربلا میں ہوتا تو انہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

مدعا علیہ نے یزید کی صفائی پیش کر دی مگر صرف اس کا بیان کافی نہیں۔ حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

۲۔ خلاصۃ المصائب ص۳۰۴ جب شمر نے امام کا سر یزید کے سامنے پیش کیا اور انعام

کا مطالبہ کیا تو

فغضب يزيد ونظر اليه نظرا شديدا وقال ملأ الله ركابك نارا وويل لك اما علمت انه خير الخلق فلم قتلته اخرج من بين يدي لا جائزة لك عندي

پس یزید نے غضب ناک ہو کر شمر کی طرف دیکھا اور کہا اللہ تیری رکاب کو آگ سے بھر دے تیرے لیے ہلاکت ہو جب تجھے علم تھا کہ یہ تمام مخلوق سے افضل ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔ دُور ہو جا میری آنکھوں سے تیرے لیے کوئی انعام نہیں۔

۳۔ اور جلاء العیون ص ۵۲۹ پر ہے کہ انعام کے طالب کو قتل کر دیا۔

اگر یزید نے قتل کا حکم دیا تھا تو شمر کہہ دیتا کہ آپ نے حکم دیا میں نے تعمیل کی اور یہ بات روایت میں مذکور ہوتی۔ مگر ان میں سے کوئی صورت بھی موجود نہیں۔

۴۔ ہمج الاحزان طبع ایران ص ۳۲۱

کسے وارد شد خبر آورد و گفت دیدۂ تو روشن کہ سر حسین وارد شد آں لعین نظر غضبناک کرد و گفت دیدہ ات روشن مباد۔

کسی نے یزید کو اطلاع دی تیری آنکھیں روشن ہوں حسین کا سر آگیا۔ یزید نے نگاہ غضب سے دیکھا اور کہا تیری آنکھیں بے نور ہوں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ مجرموں نے یزید کو بری قرار دیا ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام زین العابدین کو تسلی ہو گئی اور یقین آگیا امام حسینؓ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں اس لیے انہوں نے یزید کی بیعت کر لی بلکہ یہاں تک کہہ دیا۔

انا عبد مكره انت فامسك وان شئت فبع

اے یزید! میں تمہارا غلام ہوں۔ چاہے مجھے رکھ لے چاہے فروخت کر دے۔

(روضہ کافی، جلاء العیون)

یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قاتلین حسینؓ کوفی شیعہ تھے جیسا کہ مدعیان کا دعویٰ ہے اور مدعا علیہم نے اقرار جرم کر لیا۔ البتہ ایک مسئلہ حل طلب ہے:

اصول کافی طبع نولکشور ص ۱۵۸ پر ایک اصول بیان ہوا ہے۔

ان الائمة يعلمون متى يموتون وانهم لا يموتون الا باختيارهم

تحقیق ائمہ کرام کو اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

اس اصول کے پیش نظر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

امام حسینؓ کو علم تھا کہ اہلِ کوفہ غدار ہیں۔ مجھے بلا کر قتل کریں گے کیونکہ امام کو ما کان وما

یکون کا علم ہوتا ہے اور امام کے پاس رجسٹر بھی ہوتا ہے پھر آپ کوفہ کیوں گئے ؟ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی اصلاح کے لیے گئے تھے تو خود جاتے ۔ اپنے اہل بیت کو کیوں ساتھ لے گئے ۔ اپنی شہادت اور اہل بیت کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا علم ہونے کے باوجود یہ اقدام کیوں کیا؟

امام نے جب اپنے اختیار سے موت قبول کی اور اسے پسند کیا تو سالہا سال سے ان کی موت پر رونا پیٹنا کس وجہ سے ہے ۔ اگر محبت سے ہے تو محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی پسند محبوب کی پسند کے تحت ہو ۔ اگر امام کی پسند کے خلاف احتجاج ہے تو یہ بھی غیر معقول ۔ البتہ اپنے فعل پر ندامت ہے کہ امام کو قتل کیوں کیا تو یہ بات معقول نظر آتی ہے ۔

۲۔ بقول شیعہ حضرت علی نے تقیہ کیا اصحاب ثلثہ کی بیعت کر کے تقیہ کرنے کا ثواب بھی حاصل کیا بلکہ نو حصہ دین بچا لیا اور اپنی جان بھی بچالی ۔ امام حسینؓ نے تقیہ کیوں نہ کیا ۔ اپنے والد کی سُنّت کی پیروی بھی ہو جاتی ۔ تقیہ کا ثواب بھی ملتا ۔ جان بھی بچ جاتی اور اہل بیت بھی مصائب سے بچ جاتے ۔

تقیہ کے فضائل کی بحث طویل ہے ۔ البتہ چند ایک باتیں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

۱۔ اصول کافی باب التقیہ صہ ۴۸۲ امام جعفر فرماتے ہیں

یا ابا عمران تسعة اعشار الدین فی التقیة لا دین لمن لا تقیة له	اے ابو عمر ۹/۱۰ حصہ دین تقیہ کرنے میں ہے جو تقیہ نہیں کرتا بے دین ہے

۲۔ تفسیر امام حسن عسکری طبع ایران صہ ۱۲۹

قال رسول الله مثل المومن لا تقیة له کمثل جسد لا راس له	رسولِ خدا نے فرمایا تارک تقیہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بدن بغیر سر کے ۔

ظاہر ہے کہ جس طرح سر کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح تقیہ کے بغیر ایمان کسی کام کا نہیں ۔

۳۔ ایضاً

قال علی بن الحسین یغفر الله للمومنین من کل ذنب ویطهره فی الدنیا ما خلا ذنبین ترك التقیة وتضیع حقوق الاخوان	امام زین العابدین نے فرمایا اللہ تعالے مؤمن کے تمام گناہ بخش دے گا اور دُنیا سے پاک کر کے نکالے گا مگر دو گناہ نہیں بخشے گا اوّل تقیہ کا ترک کرنا دوم بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا ۔

"من کل ذنب" سے ظاہر ہے کہ شرک اور ائمہ کو قتل کرنا بھی قابلِ معافی گناہ ہیں۔ ہاں تارکِ تقیہ کے لیے نجات نہیں۔ گویا اہلِ کوفہ امام کو قتل کرکے بھی گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے اور امام نے جان دے کر بھی کچھ نہ پایا کیونکہ ترکِ تقیہ کا ناقابلِ معافی گناہ ان کی گردن پر رہا۔ ہائے امام مظلوم کی دوہری مظلومیت! لطف یہ کہ یہ بات امام مظلوم کے بیٹے کی زبان سے کہلوائی گئی ہے۔

اسی وجہ سے عبد الجبار معتزلی نے اپنی کتاب مغنی میں شیعہ سے ایک سوال کیا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے تقیہ ہر ضرورت کے وقت جائز ہے اور خوفِ جان ہو تو تقیہ فرض ہے۔ ایسی حالت میں جو تقیہ نہ کرنے کی وجہ سے مارا گیا وہ ملعون موت مرا، اس نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ مگر کربلا میں امام حسینؓ نے اپنی جان ہی نہیں دی اہلِ بیت کو شہید کرایا۔ ان پر مصائب آئے تو ان کی اصل وجہ امام حسینؓ کا تقیہ نہ کرنا ہے۔ اگر وہ تقیہ کرکے یزید کی بیعت کر لیتے تو خدا کی نافرمانی بھی نہ ہوتی اور جان بھی بچ جاتی حالانکہ امام حسنؓ نے تقیہ کرکے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے تقیہ کرکے خلفائے ثلٰثہ کی بیعت کر لی۔ اس لیے آپ حضرات شیعہ کیا کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کی موت کس قسم کی تھی؟

ابو جعفر طوسی نے تلخیص شافی صفحہ ۴۷۱ پر اس سوال کو یوں نقل کیا ہے

ثم لما عرض علیہ ابن زیاد الامان وان یبایع یزید کیف لم یستجب حقنا لدمہ ودماء من معہ من اھلہ وشیعتہ وموالیہ ولم القی بیدہ الی التھلکۃ وبدون ھذا الخوف سلم اخوہ الحسن الامر الی معاویۃ فکیف یجمع بین فعلیھما

جب ابن زیاد نے امام حسینؓ کو اس شرط پر امان دی کہ یزید کی بیعت کر لیں تو امام نے اسے کیوں قبول نہ کیا۔ اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جان بچا لیتے۔ انہوں نے ترکِ تقیہ کرکے ان جانوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالا حالانکہ ان کے بھائی امام حسنؓ نے بلا خوفِ جان حکومت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی۔ دونوں بھائیوں کے عمل کو کیسے جمع کر سکتے ہو۔

شریف مرتضیٰ اور ابو جعفر طوسی کی طرف سے جواب یہ دیا گیا

لما رأی لا سبیل الی العود ولا الی دخول الکوفۃ سلک طریق الشام سائرا الی یزید بن معاویۃ لعلمہ علیہ السلام بانہ علی ما بہ

جب امام نے دیکھا کہ مدینہ کو لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں نہ کوفہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت ہے تو شام کو روانہ ہوئے کہ یزید کے پاس جائیں شاید اس مصیبت سے نجات ملے جو ابن زیاد اور اس

ارتفعت من ابن زیاد واصحابه فسار علیه السلام حتی قدم علیه عمر و بن سعد من العسکر العظیم وکان من امره ما قد ذکر وسطر فکیف یقال انه القی بیده الی التهلکة وقد روی انه قال لعمرو بن سعد اختاروا منی اما الرجوع الی المکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی لیری فی رایه واما ان تسیرونی الی ثغر من ثغور المسلمین فاکون رجلا من اهله لی ماله وعلی ما علیه

کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ آپ روانہ ہوئے تو عمر و سعد لشکر عظیم لے کر سامنے آگیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ امام نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان ہلاکت میں ڈالی۔ حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ امام نے ابن سعد سے فرمایا تین میں سے ایک صورت اختیار کر لو یا تو مجھے واپس مدینہ جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے حق میں جو رائے قائم کرے سو کرے یا اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو۔ میں مسلمانوں میں مل کر جہاد کروں گا۔ ان کے ساتھ نفع نقصان میں شریک ہوں گا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام حسین یزید سے بیعت کرنے پر راضی تھے مگر فوج نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ معلوم ہوتا ہے ابن زیاد وغیرہ ذمہ دار لوگ امام کو گرفتار کر کے لے جانا چاہتے تھے تا کہ انعام کے حقدار ہو سکیں۔

دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعان کوفہ کی فوج بھی تقیہ کر کے امام کے خلاف لڑ رہی تھی۔ گویا دو تقیوں میں تصادم ہو گیا۔ فرق اتنا ہے کہ امام تقیہ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور فوج عملاً تقیہ کر رہی تھی۔

تلخیص شافی صفحہ ۱۸۲ پر اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

واجتمع کل من کان فی قلبه نصرته وظاهره مع اعدائه

امام کے مقابل جو فوج جمع ہوئی ان کے دلوں میں امام کی محبت اور اس کی نصرت کی آرزو تھی۔ ظاہراً وہ دشمن کے ساتھ تھے۔

شریف مرتضیٰ اور طوسی نے عبد الجبار معتزلی کا جواب تو دے دیا مگر ایک اور پیچ پڑ گیا۔ مختصر بصائر الدرجات صفحہ ۶

قال ابو عبد الله ان الامام لا یعلم ما یصیبه والی ما یصیر

جو امام آنے والی مصیبت کا علم نہیں رکھتا اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا وہ امام ہی نہیں

امر فلیس بحجۃ اللہ علی خلقہ۔ ترجمہ: مخلوق پر خدا کی حجت ہے۔

یعنی امام کو آنے والے مصائب کا علم تھا۔ انہوں نے اپنے اختیار اور پسند سے موت قبول کی۔ جب اس کا علم تھا تو کربلا گئے کیوں؟ عبدالجبار کا اعتراض "کہ انہوں نے اپنے آپ

کو ہلاکت میں کیوں ڈالا" بدستور قائم ہے کیونکہ تقیہ کا فائدہ تو جب ہوتا کہ کربلا روانہ ہونے سے پہلے کرتے۔ اس موقع پر تقیہ کے ارادہ کا اظہار بے موقع ہے اور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔

شیعہ حضرات کبھی یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت مناظرہ کی کتابوں میں ہے حدیث میں کتابوں میں نہیں لہٰذا حجت نہیں۔" بات درست سہی مگر ان کے بڑوں کو کیوں نہ سوجھی۔ سید شریف مرتضیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر طوسی نے تلخیص میں اس روایت کو کیوں جگہ دی جب تحریفِ قرآن کا مسئلہ چلے تو طوسی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ یہاں طوسی کیوں ناقابلِ اعتماد قرار پایا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین کے دامن سے ترک تقیہ کا داغ دھویا نہیں جا سکتا اور سوال کا یہ حصہ بدستور قائم ہے کہ بتاؤ تمہارے اصول کے مطابق امام حسینؓ کی موت کس قسم کی تھی؟

ائمہ کی موت اپنے اختیار میں ہونے کا اصول تقاضا کرتا ہے کہ امام حسینؓ نے یہ موت اپنے اختیار سے پسند کی محبان حسین بھی محبوب کی پسند کو محبوب رکھیں اور ان کی یاد میں اپنی جان دے دیں۔ رونا پیٹنا جوانمردی نہیں۔

اس موقع پر ایک دو باتیں مزید ضمناً بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ شیعہ کہتے ہیں امام معہ رفقاء پیاسے مرے مگر جلاء العیون ص۵۴۴

"جب پانی نہ ملا تو امام نے خیمہ کے پیچھے بیلچہ مارا شیریں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ امام نے خوب پیا اور رفقاء کو بھی پلایا۔"

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ امام کی نعش کو گھوڑوں کے نیچے روندا گیا مگر اصول کافی اور جلاء العیون ص۵۰۳ پر لکھا ہے

"امام کی نعش پر ایک شیر آ کے بیٹھ گیا اور اس نے کسی کو امام کی نعش کے قریب نہ آنے دیا۔"

ان متضاد باتوں میں سچائی کی تلاش کیجیے۔

۱۔ ملا باقر مجلسی کا بیان ہے کہ امام کا جسم ان کی موت کے بعد آسمان پر اٹھا لیا گیا اور فرشتے اس کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

"وجسم تو آسمان پر گیا زمین پر کس کو روندا گیا۔ کربلا میں روضہ کس کا بنایا گیا؟ روضہ میں دفن کون ہے؟ کربلا میں جا کر زیارت کس کی ہوتی ہے؟ اگر میت کے بغیر کربلا میں روضہ بنایا جا سکتا ہے تو ہر جگہ روضہ بنا لینے میں کیا قباحت ہے؟

واقعی شیعہ کے بیانات سے تضاد رفع کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور سوال ضمناً غور طلب ہے۔

شیعہ کہتے ہیں امام کو ہم نے قتل کیا۔ یزید کا اس میں ہاتھ نہیں۔ پھر حیرت ہوتی ہے کہ امام جب شیعہ تھے تو شیعوں نے قتل کیوں کیا۔ معلوم ہوتا ہے معاملہ برعکس ہے۔ امامؓ امام اہل السنت تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا جو باقی عرب کا تھا۔ اسی وجہ سے کوفہ کے شیعوں نے دھوکا دے کر امام کو بلایا اور قتل کیا۔ امام کو معلوم تھا کہ وہ شیعہ ہیں۔ مگر ان کی اصلاح کی خاطر چلے گئے۔ ائمہ سے شیعوں کی پرانی دشمنی کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

ائمہ کے علم کی وسعت کا جو عقیدہ شیعہ کے ہاں مسلمہ ہے کہ ماکان وما یکون کا علم امام کو ہوتا ہے اس کے پیش نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو علم تھا کہ امام حسنؓ نے معاویہؓ کے حق میں حکومت سے دست بردار ہونا ہے۔ امیر معاویہؓ نے یزید کو حکومت دینی ہے اور یزید کی فوج نے امام حسینؓ کو قتل کرنا ہے تو اصل مجرم کون ہوا۔ حضرت علیؓ یا امام حسن یا یزید؟

اس ممکنہ سوال کا جواب اصول کافی صفحہ ۲۷۸ پر ملتا ہے امام کلینی سے روایت ہے۔

نهم يحلون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن۔ ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال کر لیں جسے چاہیں حرام کر لیں۔

یعنی امام حسینؓ نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا قتل حلال کر لیا، امام حسنؓ نے اپنے بھائی کا قتل حلال کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس قتل کا مرتکب مجرم نہیں۔ کیونکہ فعل حلال کرنے والا ثواب کا مستحق ہے مجرم نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ صحابہؓ نے کئی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے میں چھوڑا اور بھاگ گئے پھر بھی اہل السنت انہیں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اگر شیعہ نے ایک بار امام سے یہ سلوک کیا تو کافر کیوں ہو گئے۔

بات بڑی اونچی ہے مگر اس میں کئی سقم ہیں۔

۱۔ تاریخ سے کوئی ایک واقعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جانے کی غلطی کی ہو، اس لیے یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔

۲۔ صحابہؓ کو کامل الایمان تو خود خدا کہتا ہے۔ اس لیے جو خدا اور رسولؐ کو قابل اعتماد نہ

سمجھے وہ آزاد ہے جو چاہے کرتا پھرے۔

۳۔ اہلِ السنّت کو کوئی حق نہیں کہ کسی کو کافر کہیں بلکہ وہ تو رونے والوں کو ستانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ

(ا) امام حسینؓ فرما گئے ہیں۔ قد خذلنا شیعتنا

(ب) امام زین العابدینؒ کہہ گئے ہیں۔ نبأنکم ما قدمتم لانفسکم... لستم من امتی

(ج) زینب بنت علیؓ کہتی ہیں۔ وفی العذاب انتم خالدون

(د) امام باقرؒ کہہ گئے ہیں کہ جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعتِ امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔

(ر) نور اللہ شوستری شیعوں کی طرف سے کہہ گئے۔ ہیچ چارہ نمیدانیم جز انیکہ خود را در عرصۂ تیغ آوریم۔

اہلِ علم و دانش خود ہی فیصلہ کریں کہ جو امام کو دھوکہ دے۔ جو حضورؐ کی اُمّت سے خارج ہو جس کے لیے ابدی جہنم ہو۔ جو واجب القتل سمجھا جائے اسے کامل الایمان ہی کہیں گے؟

۴۔ صحابہؓ پر بہتان ہے کہ حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے مگر یہاں تو بات دُور تک پہنچتی ہے۔ امام کو دھوکہ دیا۔ گھر بلایا۔ امام کے ساتھ ہو کر یزید کے خلاف لڑنے کا حلفیہ عہد دیا۔ امام آئے تو آنکھیں بدل لیں۔ یزید کی فوج میں شامل ہو گئے۔ پانی بند کیا۔ امام کو نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ اہلِ بیت کو رسوا کیا۔ ان کا مال لُوٹا۔ اس لیے کہاں وہ بہتان اور کہاں یہ تلخ حقائق۔ اور لطف یہ کہ اتنا کچھ کر چکنے کے بعد محبانِ اہلِ بیت بن کر سینہ کوبی کرنا اور جلوس نکالنا۔ حالانکہ جلاء العیون صفحہ ۵۱۹ اور صفحہ ۵۲۰ پر موجود ہے کہ رونا پیٹنا یزید اور اس کے گھر سے شروع ہُوا۔ اس لیے اگر یزید کی سُنّت سمجھ کر کیا جاتا ہے تو درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جو غم مرنے والے کے پسماندگان کو ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اہلِ بیت پسماندگان نے تعزیہ، دلدل، علم، پنجہ وغیرہ کے جلوس نکال کر اور اجتماعی طور پر سینہ کوبی کر کے اظہارِ غم کیا ہو۔ اور اگر یہ عبادت ہے تو ظاہر ہے کہ ائمہ اور اہلِ بیت سے بڑھ کر عبادت گزار یہ ماتمی تو نہیں ہو سکتے۔ ان سے یہ عبادت کیوں چھوٹ گئی؟

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ قتلِ امام حسینؓ میں مدعی ائمہ معصومین اور اہلِ بیت ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمیں شیعوں نے قتل کیا۔

۲۔ قاتلین کوفی شیعہ اقرارِ جرم کرتے ہیں۔

۳۔ گواہ امام باقر ہیں۔
اگر اس کے خلاف کوئی شخص دعویٰ کرے تو

- ائمہ اور اہل بیت کا دعویٰ پیش کرے۔ مدعا علیہ کا اقرار جرم پیش کرے۔
- امام جعفر یا امام باقر کی شہادت پیش کرے۔

اس کے بغیر بے تکی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔

ماتم حسین رضؓ

شیعہ حضرات کے ہاں اس عبادت (ماتم حسین) کا سُراغ حضرت امام حسین رضؓ کی شہادت کے بعد ہی ملتا ہے۔ اس لیے ہم شیعہ کتب سے اس شہادت کے متعلق چند حقائق پیش کرتے ہیں۔ الطراز المذھب مظفری طبع جدید طہران

اسی کتاب کے ۱ : ۲۸۱ پر حضرت زینب کے طولانی خطبہ میں اس کی کچھ اور وضاحت ہوئی ہے

اما بعد یا اھل الکوفۃ یا اھل الختل والغدر والخذل والمکر اتبکون فلا رقات الدمعۃ ..... الا ساء ما قدمت لکم انفسکم وساء لتذرون لیوم بعثکم وبعد الکم وسحقا وتعسا وخیبت الامانی وخسرۃ الصفقۃ ولوتم بغضب من اللہ وضربت علیکم الذلۃ والمسکنۃ

اے دھوکا باز مکار اہل کوفہ کیا تم روتے ہو.... تم نے اپنے لیے بہت بُرا توشہ آخرت بھیجا ہے۔ لعنت اور پھٹکار ہو تم پر

حضرت زینب کے اس خطاب سے ایک بات مزید معلوم ہوئی کہ اہل کوفہ نے مکروغداری سے قتل بھی کیا اور پھر رونا پیٹنا بھی شروع کر دیا مگر اس کے باوجود لعنت اور پھٹکار کے مستحق ہی ٹھہرے۔

ناسخ التواریخ ۱ : ۳۰۱

حضرت ام کلثومؓ دختر علی اور زوجہ فاروق اعظم کا خطبہ

وبالجملہ ام کلثوم فرمود یا اھل الکوفۃ سوءۃ لکم مالکم خذلتم حسینا وقتلتموہ وانتہبتم امرالہ وورثتموہ وسبیتم نساءہ ونکبتموہ فتبا لکم وسحقا۔ وویلکم اتدرون ای دماء دکم

ام کلثومؓ نے فرمایا اے اہل کوفہ! تمہارا بُرا ہو۔ تمہیں کیا ہوا۔ تم نے حسینؓ سے دھوکہ کیا اسے قتل کیا۔ اس کا مال لوٹا۔ اس کی خواتین کو قیدی بنایا۔ اب روتے ہو۔ تم برباد ہو جاؤ۔

وای وزر ملی ظهورکم... وای اموال انتهبتموها قتلتم خیر رجالات بعد النبی ونزعت الرحمة من قلوبکم الا ان حزب الله هم الفائزون وحزب الشیطان هم الخاسرون۔

کیا تم جانتے ہو تم نے کون سا خون بہایا۔ گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادا اور کس کا مال لوٹا۔ تم نے نبی کریم کے بہترین افراد کو قتل کیا۔ تمہارے دلوں سے رحم جاتا رہا۔ خوب سُن لو اللہ والے ہی کامیاب ہیں اور شیطان کا ٹولہ گھاٹے میں ہے۔

می فرماید اے مردم کوفہ بد برحال شما چہ افتاد و شمارا کہ حسین را خوار ساختید و مخذول و بے یار و بے یاور گزاشتید و او را بکشتید و اموالش را بغارت بردید و چوں میراث خویش قسمت ساختید۔

حضرت ام کلثوم رض کے بیان سے اہل کوفہ کے مکر و فریب اور ظلم و جور کے علاوہ اہل کوفہ سے یہ شکایت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے قتل حسین رض کے بعد اہل بیت کا مال بھی لوٹا اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا۔

ان اقتباسات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ اہل کوفہ شیعوں نے امام حسین کو خطوط لکھ کر بلایا۔ جب آئے تو مکر و فریب سے ساتھ چھوڑ دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ دشمن کے ساتھ مل کر امام کو قتل کیا۔ اسی پر بھی بس نہیں پھر اہل بیت کے اموال لوٹے اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیے۔

ایضاً صـ۲۹ ام کلثوم کا ایک اور بیان۔

و بالجملہ زنان کوفیاں برایشاں زار زار می گریستند جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا سر از محمل بیروں کرد و باآں جماعت فرمود۔

یا اهل الکوفة تقتلنا رجالکم وتبکینا نساءکم فالحاکم بیننا وبینکم الله یوم فصل القضاء۔

اے اہل کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ اچھا اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلے کے دن فیصلہ کرے گا۔

۵۔ اسی کتاب کے صـ۳۱ پر

کوفہ کی عورتوں کو گریبان چاک کیے ہوئے روتے پیٹتے ہوئے دیکھ کر ابو جدیلہ اسدی کو تعجب ہوا کہ یہ عورتیں کیوں یہ منظر پیش کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ پوچھنے پر بتایا گیا کہ انہیں

حضرت حسین رض کا سر مبارک دیکھ کر رونا آیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ جب ان کے مردوں کو حسین رض کا سر تن سے جدا کرتے ہوئے ترس نہ آیا

توان عورتوں کے دلوں میں غم کے جذبات کیسے اُبھر آئے۔ بات تو دہی ہوئی
ع۔ وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

قاتلینِ حسینؓ کون تھے؟

یہ بحث تفصیل سے گذر چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ:۔
معصوم مدعیوں کے بیانات سے واضح ہوگیا کہ امام کو کوفہ بلانے والے، امام کے آنے کے بعد اس کی مخالفت کرنے والے امام پر پانی بند کرنے والے، بیدردی سے گرم ریت پر لٹا کر ذبح کرنے والے، خاندانِ نبوت کے خیموں کو لوٹنے والے، مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کرنے والے اور اس کے بعد رو پیٹ کر طمانچہ زنی اور خاک ربائی کر کے ڈرامائی انداز میں اظہارِ غم کرنے والے سب شیعہ تھے۔ ان مدعیان کے بیانات کے بعد معاً لسیم کا اقرارِ جُرم پیش کر دیا گیا جو نور اللہ شوستری شہید ثالث کی معتبر کتاب مجالس المومنین جلد دوم مجلس ہشتم میں موجود ہے۔
سب سے بڑی بات ہے کہ ائمہ معصومین جب صاف اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے قاتل شیعہ ہیں اور ملزم خود اقراری ہیں تو کوئی تیسرا شخص اس مسلّمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔
خلافت راشدہ وہ حیثیت حاکمہ تھی جس کے ذریعے احکام اسلامی اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا تھا ابن سبا کی سکیم یہ تھی کہ خلیفۂ ثالث کی سیرت کو مجروح کر کے عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کے خلاف فکری انقلاب کے ساتھ ساتھ عملی انقلاب بھی لایا جائے اور خلافتِ راشدہ سے اعتماد اُٹھ جائے۔ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضؓ کو نشانہ بنایا، اور خوارج نے حضرت علیؓ کو۔ مقصد دونوں کا ایک تھا کہ خلافتِ راشدہ کی معیاری حیثیت مجروح ہو جائے۔
تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بعد بھی اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب زیادہ تر روافض ہی بنتے رہے۔ چنانچہ انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں۔

> "تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین ہمیشہ اہل السنت میں سے ہوئے ہیں۔ ان کے بغیر جہاد کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی اور اکثر
>
> اسلامی سلطنتوں کی تباہی روافض کے ہاتھوں ہوئی۔" (فیض الباری ج۲ ص۸۶)

فتنہ تاتار کو علامۃ الکبریٰ کہا گیا ہے ۔ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الاذاعہ لما کان وما یکون بین یدی الساعہ صـ۸۶ اور علامہ ابن قیم نے اغاثۃ اللھفان ۲ : ۲۶۳ پر لکھا ہے کہ اس فتنے میں اکابر شیعہ میں سے نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا ۔ یہ ہلاکو خان کا وزیر تھا ۔ اس نے اپنی وزارت کے زور سے مساجد برباد کرائیں ۔ قرآن کی جگہ بو علی سینا کی "اشارات" کی ترویج کی اور اس امر پر زور دیا کہ یہ قرآن عوام کے لیے تھا ، خواص کے لیے "اشارات" ہی قرآن ہے ۔ اس کی کوشش تھی کہ اسلام مٹ جائے اور فلسفہ نجوم جادو وغیرہ کی تعلیم رواج پائے ۔ دوسری طرف عباسی خلیفہ کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا جس نے اپنی حکمت عملی سے ہلاکو خان کی کامیابی کی راہ ہموار کی ۔ سقوطِ بغداد تاریخ اسلام میں ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے ساڑھے چھ سو سال کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس "کارِ خیر" میں عظیم ترین حصہ لینے والے دونوں حضرات شیعہ تھے ۔

مختصر یہ کہ قتلِ عثمانؓ کا پسِ منظر ایک انسان کی زندگی ختم کرنے کی کوشش نہیں تھی بلکہ دینِ اسلام کی فکری اور عملی بنیادوں کو مسمار کرنے کا طویل المدت منصوبہ تھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ دینِ اسلام کی فکری اور عملی صورت کی SYMBOL بن چکے تھے اس لیے انہیں نشانۂ ستم بنایا گیا ۔ ہر انسان کو آخر مرنا ہے لیکن اس منصوبے سے دینِ اسلام کی عمارت میں جو نقب لگائی گئی وہ آج تک ختم ہونے کو نہیں آئی ۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

● عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں ● جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اٹھے
● کفر و ارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے ۔

● مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد اسحٰق سندیلوی) ۱۸/- روپے ● قادیان سے اسرائیل تک (جناب ابو مدثرہ) ۴۰/- روپے
● قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) ۲۵/- روپے ● تائید آسمانی در ردِ نشانِ آسمانی (مولانا محمد جعفر تھانیسری) ۵/- روپے
● اسلام اور مرزائیت (تقابلی مطالعہ) (مولانا محمد عبداللہ) ۱۲/- روپے ● ردِ قادیانیت پر دس کتابچے ۱۰/- روپے

خصوصی رعایت

● کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰٪ رعایت ● مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳٪ رعایت اور ● ۱۰۰/- روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰٪ رعایت اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا ۔

نوٹ : رقم پیشگی ارسال کریں ۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی ۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہو گا ۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ۔ فون ۷۲۸۱۳